20057 ـ كيا ان كے گھر اور ماركيٹ اور جواہرات پر زكاۃ ہے ؟

سوال

ميں اپنے ذمہ زكاۃ كى رقم بالتعيين معلوم كرنا چاہتا ہوں، ہمارا خاندان تين شادى شدہ بھائيوں پر مشتمل ہے، اور ہمارے بچے بھى ہيں، اور ہمارے ساتھ ايك ہى گھر ميں والدين بھى رہائش پذير ہيں:

1 ـ ہمارے پاس بہت وسيع اور بڑا گھر ہے جس ميں ہم رہ رہے ہيں.

2 ـ انڈيا ميں ہمارا ايك اور گھر ہے جس كى قيمت تقريبا تين ملين سعودى ريال ہے.

3 ـ ہمارا ايك تجارتى پروجيكٹ اور منصوبہ ہے جس كا راس المال اڑھائى ملين سعودى ريال ہے.

4 ـ ہمارى چار ملين ريال كى ايك تجارتى دوكان ہے، اور اس كے علاوہ دوسرى مختلف اشياء ہيں جو ايك ملين سعودى ريال كى ہيں، اس كے علاوہ ہمارے پاس جواہرات جن كى قيمت ايك ملين سعودى ريال ہے.

ہمارے ذمہ كتنى زكاۃ واجب ہوتى ہے ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

مسلمان جس گھر ميں رہائش پذير ہو اس پر اس كى زكاۃ واجب نہيں ہوتى ـ چاہے وہ ايك سے زيادہ ہو ـ اور نہ ہى اس كے استعمال كے ليے گاڑى ميں زكاۃ ہے، چاہے اس كى قيمت كتنى بھى زيادہ ہى كيوں نہ ہو جائے.

شيخ ابن باز رحمہ اللہ تعالى كہتے ہيں:

اگر رہائش كے ليے گھر تعمير كيے گئے ہوں تو ان ميں كوئى زكاۃ نہيں..... ليكن وہ زمين اور دوكانيں اور گھر وغيرہ جو فروخت كرنے كے ليے تيار كيے گئے ہوں تو اس ميں ہر سال اس كى قيمت كے حساب سے زكاۃ ہو گى، چاہے وہ مہنگا ہو يا سستا، اگر اس كے مالك نے اسے فروخت كرنے كا عزم كر ركھا ہو.

ديكھيں: مجموع فتاوى الشيخ ابن باز (14 / 173).

دوم:

بعنيہ منصوبوں اور تجارتى دوكانوں ميں زكاۃ نہيں، لہذا زمين، سامان، اور دوكان ميں جو آلات ہيں ان كى قيمت جتنى

بھی ہو اس پر زكاۃ نہيں، ليكن اگر يہ اشياء فروخت كرنے كے ليے تيار كی گئی ہوں تو ان ميں زكاۃ ہو گی، اسے علماء كرام (تجارتی سامان كی زكاۃ) كا نام ديتے ہيں.

شيخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی كہتے ہيں:

قاعدہ يہ ہے كہ: جو كچھ بھی فروخت كے ليے تيار كيا گيا ہو اس كی زكاۃ ادا كی جائے گی، اور دوكان وغيرہ ميں جو اشياء اور آلات استعمال كيے جاتے ہيں ان كی زكاۃ ادا نہيں كی جائے گی.

ديكھيں: مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ للشيخ ابن باز (14 / 183).

زكاۃ كے حساب كا طريقہ يہ ہے:

سال مكمل ہونے كے بعد دوكان ميں موجود مال كی قيمت لگا كر اس ميں سے اڑھائی فيصد (2.5 %) زكاۃ نكال ديں، مزيد تفصيل كے ليے آپ سوال نمبر (26236) كے جواب كا مطالعہ كريں.

مستقل فتوی كميٹی كے علماء كرام كا كہنا ہے:

وہ تجارتی سامان جو خريد و فروخت كے ليے ركھا گيا ہو چاہے كوئی بھی قسم كا ہو، جب وہ سونے يا چاندی كے نصاب كو پہنچ جائے تو اس ميں زكاۃ واجب ہو جاتی ہے، جب اس سے تجارت كی نيت سے مالك بنا ہو، سال مكمل ہونے پر اس كی سونے يا چاندی ميں سے جو فقراء و مساكين كے ليے زيادہ نصيب ہو اس كی قيمت لگائی جائے گی، اس كی دليل يہ ہے:

فرمان باری تعالی ہے:

اے ايمان والو! اس ميں سے خرچ كرو جو تم نے پاكيزہ كمائی كی ہے البقرۃ (267).

يعنی تجارت كے ساتھ، يہ مجاہد وغيرہ كا كہنا ہے، اور بيضاوی وغيرہ رحمہ اللہ تعالی كہتے ہيں، پاكيزہ كمائی ميں سے خرچ كرو، يعنی فرضی زكاۃ .

اور فرمان باری تعالی ہے:

اور تمہارے مالوں ميں معلوم حق ہے المعارج (24).

اور عمومی اموال ميں تجارت داخل ہے، لہذا اس ميں ايك مقرر حق ہے جسے نبی كريم صلی اللہ عليہ وسلم نے بيان فرمايا ہے، جو كہ اڑھائی فيصد ہے، اور تجارتی مال سب سے اہم مال ہے، اس ليے سب مالوں كی بنسبت اسے آيت

میں بالاولی داخل ہونا چاہیے.

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

" ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے زکاۃ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے جو ہم نے فروخت کے لیے تیار کیا ہوتا "

سنن ابو داود .

اور عمر نے حماس رحمہ اللہ تعالی کو کہا:

اپنے مال کی زکاۃ ادا کرو، تو اس نے جواب دیا:

میرے پاس تو ترکش اور چمڑہ ہے.

تو عمر نے کہا: اس کی قیمت لگاؤ اور زکاۃ ادا کرو.

امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے اس قصہ سے دلیل پکڑی ہے.

ابو ہر یرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اور خالد پر تو تم ظلم کرتے ہو، اس نے اپنی ذرہیں اللہ کی راہ میں روك رکھی ہیں، اور تیا رکر رکھی ہیں"

صحیح بخاری و صحیح مسلم.

امام نووی رحمہ اللہ تعالی وغیرہ کہتے ہیں:

اس میں تجارت کی زکاۃ کے واجب ہونے کی دلیل ہے، وگرنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معذور نہ سمجھتے.

اور بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ:

" مسلمان کے غلام اور اس کے گھوڑے میں زکاۃ نہیں ہے "

امام نووی وغیرہ کہتے ہیں:

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زخیرہ کے مال میں کوئی زکاۃ نہیں ہے.

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیۃ والافتاء (9 / 186 - 187).

سوم:

اور آپ کی ملکیت میں جو جواہرات ہیں، اگر تو وہ سونے اور چاندی کے ہیں تو نصاب پورا ہونے کی شکل میں اس میں اڑھائی فیصد زکاۃ واجب ہو تی ہے، اور سونے کا نساب تقریبا پچاسی گرام ہے.

لیکن اگر وہ سونے اور چاندی کے نہیں - مثلا یاقوت اور مرجان ہیں - اور زیب و زینت کے لیے تیار کیے گئے ہیں (تجارت کے لیے نہیں) تو اس میں کوئی زکاۃ نہیں، لیکن اگر تجارت کے لیے ہیں تو اس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

سونے میں زکاۃ ہے، لیکن قیمتی پتھر اور الماس اگر تجارت کے لیے نہیں تو اس میں زکاۃ نہیں ہے.

دیکھیں: مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ للشیخ ابن باز (14 / 121).

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے:

یہ فتوی کئی ایک سوالات پر مشتمل ہے:

نقدی چاہے وہ سونا ہو یا چاندی کتاب و سنت کے دلائل سے اس میں زکاۃ کا وجوب ثابت ہے، اور بالذات تجارتی سامان مقصود نہیں، بلکہ اس سے نقدی مقصود ہے چاہے وہ سونا ہو یا چاندی، اور امور کا اعتبار اس کے مقاصد سے ہوتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"

اس لیے وہ غلام جو خدمت کے لیے رکھا گیا ہو اس میں زکاۃ نہیں، اور نہ ہی اس گھوڑے میں جو سواری کے لیے ہے، اور نہ ہی اس گھر اور مکان میں جو رہائش کے لیے ہو، اور نہ ہی پہننے کے لیے لباس میں، اور نہ زبرجد، یاقوت اور مرجان وغیرہ جبکہ یہ زیبائش کے لیے رکھے جائیں.

لیکن اگر یہ مذکورہ اشیاء تجارت کے لیے رکھی جائیں تو پھر اس میں زکاۃ واجب ہو گی، کیونکہ اس کا مقصد سونے اور چاندی اور اس کے قائم مقام نقدی کا حصول ہے، تو اس بنا پر تجارتی سامان کی زکاۃ نہ دینے والا شخص غلطی پر ہے..

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (9 / 312 - 313).

اور سائل كا يہ كہنا كہ:

(اس كے علاوہ بھى ہمارے پاس ايك ملين ريال كى مختلف اشياء ہيں) اگر تو يہ اشياء سونا يا چاندى يا تجارت كے ليے ہيں تو اس ميں زكاۃ ہے، ليكن اگر اس سے مقصود استعمال والى گاڑى اور سامان وغيرہ ہے تو پھر اس ميں زكاۃ نہيں.

جواب كا خلاصہ يہ ہوا كہ:

سال مكمل ہونے كے بعد سائل اپنے پاس موجود سامان كى قيمت لگائے اور اس كے ساتھ سونے اور چاندى اور نقدى وغيرہ كى بھى قيمت شامل كر كے سب ميں سے اڑھائى فيصد زكاۃ نكال دے.

واللہ اعلم .